فقہ واجتہاد

شیخ محمد بن صالح العثیمین
ترجمہ: عبدالقوی لقمان

غیر مسلم ممالک میں سفر وسکونت کا شرعی حکم

ہجرت کا مفہوم اور یہ کب فرض ہوتی ہے؟

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّٰهُمُ الْمَلَٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰٓئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيرًا إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا فَأُولَٰٓئِكَ عَسَى اللهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ (النساء:۹۷تا۹۹)

''جولوگ اپنی جانوں پر ظلم کررہے تھے، ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں، تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے، اُنہوں نے جواب دیا کہ زمین میں کمزور اور مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا: کیا اللہ (تعالیٰ) کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں، جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔ ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کردے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔''

الهِجرَةُ لغوی طور پر الهَجر سے ماخوذ ہے جس کا مطلب 'چھوڑ دینا' ہے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں الهِجرَة سے مراد یہ ہے:

"الانْتِقَالُ مِنْ بَلَدِ الشِّرْكِ إِلىٰ بَلَدِ الإسْلَامِ" (کتب الجامی:۲/۹۱)

''کفر وشرک والے علاقے سے 'بلدِ اسلام' کی طرف منتقل ہونا۔''

'بلدِ کفر' وہ مقام ہے جہاں کفر کے شعائر نمایاں ہوں، اور اسلام کے شعائر، جیسے اذان، باجماعت نماز پنجگانہ، عیدین کا انعقاد اور نمازِ جمعہ وغیرہ کا عام اور ہرجگہ اہتمام نہ کیا جاتا ہو۔

www.KitaboSunnat.com

'عام' کی شرط کی ضرورت اس بنا پر ہے تاکہ اس سے وہ مقامات اور غیر مسلم ممالک بھی نکل جائیں جہاں مسلم اقلیت کی بنا پر اسلامی شعائر کا اہتمام تو کیا جاتا ہے مگر بہت محدود دائرے میں رہ کر ان کی اجازت دی جاتی ہے۔ چنانچہ ایسے علاقے اور ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اور بعض مخصوص جگہوں پر ہی محدود دائرے میں رہتے ہوئے ان اسلامی شعائر کا انعقاد کرسکتے ہوں تو وہ اسلامی شہر یا اسلامی ممالک نہیں ہیں۔ 'دیار اسلام' وہی ہوسکتے ہیں، جہاں مکمل مذہبی آزادی ہو اور وہاں اسلامی شعائر عمومی طور پر اور ہر جگہ منعقد ہوتے ہوں۔

ہجرت ہر اس مؤمن پر واجب ہے، جو بلدِ کفر میں رہتا ہو اور اپنے دین اور اس کے شعائر کے اظہار کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اگر وہ بغیر ہجرت کے اپنے دین کو ظاہر رکھنے کی طاقت نہ رکھے تو ایسی صورت میں ہجرت کے بغیر اس کا اسلام ناقص ہوگا، کیونکہ جس 'عمل' کو کئے بغیر، واجب (فرض) ادا نہ ہوتا ہو تو اس 'عمل' کو بجالانا بھی واجب (یعنی فرض) ہوجاتا ہے۔ چنانچہ آغاز میں درج کردہ قرآنِ حکیم کی آیتِ کریمہ میں اس بات کی دلیل موجود ہے:

''وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی قدرت و طاقت ہوتے ہوئے بھی ہجرت نہ کی تو موت کے فرشتوں نے ان کی روحیں قبض کرتے ہوئے ان کو سخت ڈانٹ ڈپٹ کی اور ان سے کہا کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں کہیں ہجرت کرجاتے؟ مگر وہ کمزور اور بے بس لوگ، جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہجرت سے عاجزی اور بے بسی کی بنا پر ان سے درگزر فرما دیا، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ (رحیم و کریم) کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی چیز کا مکلّف (یعنی پابند) نہیں کرتے۔'' (النساء:۹۷تا۹۹)

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِنَّ أَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (العنکبوت:۵۶)

'اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو! میری زمین وسیع ہے، پس تم میری ہی بندگی کرو۔''

امام بغویؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ آیتِ کریمہ ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی، جو مکہ مکرمہ میں رہ گئے تھے اور اُنہوں نے ہجرت نہ کی تھی۔''

ایسی صورت میں ہجرت فرض ہونے کی دلیل رسالت مآب ﷺ کا یہ اِرشاد گرامی ہے:

www.KitaboSunnat.com

«لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ وَلاَ تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا» (سنن ابوداود:۲۴۷۹)

''جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوجاتا تب تک ہجرت کا سلسلہ بھی منقطع نہیں ہوگا اور توبہ کا دروازہ اس وقت تک بند نہ ہوگا، جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا (یعنی جب تک قیامت قائم نہیں ہوتی)۔''

☜ غیر مسلم معاشروں کی طرف سفر کرنا تین شرائط کے بغیر شرعاً جائز نہیں:

① انسان کے پاس دین کا اتنا ٹھوس اور پختہ علم ہو جس کے ذریعے وہ شکوک وشبہات کو دور کرسکے اور اپنے آپ کو (غیر اسلامی اثرات سے) بچا سکے۔

② وہ دینی اعتبار سے اتنا پختہ اور ثابت قدم ہو کہ شہوات اور جنسی خواہشات میں پڑنے سے بچ سکے۔

③ وہ ان ممالک کی طرف سفر کرنے کا شدید محتاج اور ضرورت مند ہو۔

اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو ایک مسلمان کے لئے غیر مسلم معاشروں کی جانب سفر کرنا اس لئے جائز نہیں کہ ایک تو اس کے 'فتنہ' میں واقع ہوجانے کا ڈر ہے اور دوسرے: سراسر نافرمانی کے اس سفر میں بہت سا مال بھی ضائع ہوجاتا ہے، اس لئے کہ انسان ان جیسے سفروں میں بہت زیادہ مال و دولت بلاضرورت خرچ کر بیٹھتا ہے۔

اگر انسان کو کسی اشد ضرورت کی بنا پر سفر کرنا پڑ جائے، جیسے علاج یا آپریشن کی غرض سے یا ایسے جدید منفعت بخش علوم کے حصول کے لئے جو اس کے اپنے ملک میں ناپید ہوں (بشرطیکہ اس کے پاس اس حد تک علم اور دینی و روحانی قوت بھی ہو، جو اسے غیر مسلم تہذیب کے اثرات سے محفوظ رکھ سکے) جیسا کہ ہم نے قبل ازیں بیان کیا ہے تو ایسی صورت میں سفر کی ممانعت نہیں۔

لیکن اگر یہی سفر کفار و مشرکین کے ممالک کی محض سیر وسیاحت کے لئے ہو، کسی اور ضرورت و مصلحت کی بنا پر نہیں، ایسے ہی اسی سیر وتفریح کی غرض سے کسی اسلامی ملک میں سفر کرنا اس کے بس میں ہو جہاں شعائرِ اسلام کی پاسداری کرنے والے کثرت سے ہوں، تو

ایسی صورتِ حال میں غیر مسلم ملک میں جانا جائز نہیں، جبکہ آج کے دور میں مسلمانوں کے شہر اور ممالک سیر وسیاحت کے اعتبار سے بہت ہی موزوں اور مناسب ہیں، لہٰذا ایک مسلمان کے لئے یہ زیادہ مناسب ہے کہ وہ کچھ وقت کے لئے ایسے ممالک کا رخ کرے جہاں وہ ایام تعطیلات گزار کر اپنا جی بہلا سکے۔

جہاں تک ایک مسلمان کے لئے بلادِ کفر وشرک میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا تعلق ہے، تو اس سے مسلمان کے دین، اس کے آداب واخلاق اور کردار پر خوفناک اور تباہ کن نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ ہم نے خود اور کئی دیگر لوگوں نے متعدد اشخاص کو وہاں رہتے ہوئے، دین سے منحرف ہوکر یا فسق و فجور میں لت پت ہوکر، یا پھر اپنے دین سے مرتد ہوکر واپس لوٹتے دیکھا ہے۔اوران کی دین و مذہب سے نفرت کا یہ عالم ہوا کہ وہ اپنے دین سے ہاتھ دھونے کے ساتھ ساتھ بقیہ تمام ادیان و مذاہب کے بھی نہ صرف منکر ہوئے بلکہ اس دین سے وابستہ ہونے والی پاکیزہ ہستیاں (السَّابِقُونَ الاَوَّلُون)اور متاخرین میں سے جو اسلام لائے، سب کے سب ان ملحدوں اور مرتدوں کے استہزا اور مذاق کا نشانہ بنے ، اور یہ صورت حال اب تک جاری ہے۔

اسی لئے یہ بات از حد ضروری ہے کہ عام مسلمانوں کے اخلاقی تحفظ اور دینی و ایمانی تشخص کی بقا کے لئے ٹھوس اور مضبوط اقدامات ہونے چاہئیں اور قانونی اعتبار سے بھی ایسی شرائط وضع کی جائیں جو مسلمانوں کو ان ہلاکت خیزیوں اور تباہ کاریوں سے بچا سکیں۔

بلادِ کفر وشرک میں سکونت کی دو بنیادی شرطیں

1 سکونت اختیار کرنے والے شخص کا دین و ایمان محفوظ و مامون ہو، اس اعتبار سے کہ اس کے پاس اتنا مضبوط علم و ایمان اور عزیمت کی قوت و طاقت موجود ہو، جس کی بنا پر وہ اپنے دین پر ثابت قدم رہ سکے اور انحراف وگمراہی سے بھی بچ سکے، اور ساتھ ہی ساتھ اہل کفر کی محبت اوران سے دوستانہ تعلقات سے دور رہتے ہوئے، ان سے نفرت اور عداوت کو اپنے دل میں سمائے رکھے، اس لئے کہ کفار ومشرکین سے محبت وعقیدت رکھنا اور ان سے تعلقات استوار رکھنا، ایمان کے منافی اُمور میں سے ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

www.KitaboSunnat.com

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ...﴾ (المجادلہ:۲۲)

''تو جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں، آپ کبھی اُنہیں ایسا نہ پائیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی لگائیں، جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہوں، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا بیٹے ہوں، یا بھائی یا (سارے) کنبہ (وقبیلہ) والے ہوں۔''

اور سورۃ المائدۃ میں حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ، فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ﴾

''اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں، اگر تم میں سے کسی نے ان کو دوست بنایا، تو وہ بھی انہی میں سے ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ آپؐ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے، وہ انہی (یہود و نصاریٰ) میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں، ہوسکتا ہے کہ جلد ہی اللہ (مؤمنوں کو) فتح عطا فرما دے، یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کردے، تو جو کچھ یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں، ان پر نادم ہوکر رہ جائیں گے۔'' (آیت:۵۱،۵۲)

اور صحیح حدیث میں نبی مکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«أَنَّ مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ ، وَأَنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ أَحَبَّ »[1]

''جس شخص نے کسی قوم سے محبت کی تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا، اور بے شک آدمی اسی کے

[1] مندرجہ بالا الفاظ بعینہٖ مرفوع سند کے ساتھ ہمیں نہیں ملے سوائے ان الفاظ کے «المرء مع من أحب» صحیح بخاری:۶۱۶۹ میں یہ پوری حدیث اس طرح ہے: جاء رجل إلى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله! كيف تقول في رجل أحب قوما ولم يلحق بهم؟ فقال رسول الله ﷺ «المرء مع من أحب» البتہ من أحب قوما فهو منهم کے الفاظ مرفوعاً التاج والإكليل لمختصر الخليل:۱۱/۱۶۷ میں موجود ہیں، لیکن اس کی سند بیان نہیں کی گئی۔ واللہ اعلم

www.KitaboSunnat.com

ساتھ (ہوگا) جس کے ساتھ اس نے محبت کی ہوگی۔''

اور اللہ کے دشمنوں سے محبت، ایک مسلمان کے لئے بڑی خطرناک بات ہے، اس لئے کہ ان کے ساتھ محبت کا لازمی نتیجہ ان کی موافقت اور پیروی کی صورت میں نکلتا ہے یا پھر یہ محبت کم ازکم ان کی (دین کے خلاف ہر) بات کو ردّ کرنے سے بھی روکتی ہے، اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے یہ فرمایا ہے: «مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ» (ایضاً)

''جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو وہ انہی میں سے شمار کیا جائے گا۔''

٢ سکونت پذیر شخص کے لئے دار الکفر والشرك میں اپنے دین وایمان کا کھلے عام اظہار ممکن ہو، اس طرح سے کہ وہ بغیر کسی ممانعت کے دین کے شعائر کا اہتمام اور اس پر عمل پیرا ہونے کا ہر طرح سے مجاز ہو، مثلاً اگر وہاں اس کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی ہوں تو اسے ان کے ساتھ فرض نمازوں کو باجماعت اور جمعۃ المبارک کی نماز ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اسی طرح اسے دیگر ارکانِ دین ،یعنی زکوٰۃ، روزے اور حج وغیرہ کی ادائیگی کی ممانعت نہ ہو، اگر ایسا ممکن نہیں تو ان حالات میں چونکہ اس پر ہجرت واجب ہے لہٰذا اس کا کفار ومشرکین کے ملک میں ٹھہرنا بھی جائز نہیں۔

علامہ ابن قدامہؒ نے اپنی کتاب 'المغنی' میں ہجرت کے ضمن میں لوگوں کی مختلف اقسام ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض لوگ تو وہ ہیں جن پر ہجرت کرنا واجب ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہجرت کی طاقت رکھتے ہوں اور 'بلادِ کفار' میں اپنے دین کا اظہار ان کے لئے ناممکن ہو۔ اور وہ کفار کے درمیان رہتے ہوئے اپنے دین کے واجبات پر بھی عمل پیرا نہ ہوسکتے ہوں تو ایسے لوگوں پر اللہ عزوجل کے اس فرمان کی رو سے ہجرت کرنا فرض ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد ابن قدامہؒ نے مذکورہ بالا آیت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آیتِ ہٰذا میں یہ شدید ترین وعید، ہجرت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے۔ واضح رہے کہ دین کے واجبات پر عمل کرنا ہر اس شخص پر ضروری ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو، اور دین اسلام میں ہجرت تو 'واجب کی ضرورت' اور اس کے تکمیل سے ہے، اور جس عمل کو ادا کئے بغیر واجب پورا نہ ہوتا ہو تو اس عمل کو بجا لانا بھی واجب ہوتا ہے۔ (ج ٨/ص ٤٥٧)

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلم ممالک میں سکونت کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام

مذکورہ دو شرطوں کی تکمیل کے بعد دارِ کفر میں سکونت اختیار کرنے کی کئی ایک صورتیں ہیں، جن کے لئے شریعت کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں:

▣ **پہلی صورت**: آدمی 'دارِکفر' میں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے اور راغب کرنے کے لئے رہائش اختیار کرے۔ ایسی صورت میں اس کا یہ فعل جہاد کی ایک قسم ہے، البتہ اس صورت میں دین اسلام کی دعوت دینے کے لئے اس کا ضروری علم ہونا لازمی ہے۔

ایسے داعی کے لئے یہ سکونت 'فرضِ کفایہ' کا حکم رکھتی ہے، اس شرط کے ساتھ کہ اس کی وہاں یہ دعوت ایک تو بار آور ثابت ہو اور دوسرے یہ کہ نہ کوئی اس کو یہ دعوت دینے سے منع کرتا ہو، اور نہ اس دعوت کو لبیک کہنے (یعنی قبول کرنے) والے کی راہ میں کوئی رکاوٹ ڈالتا ہو۔ دلیل اس امر کی یہ ہے کہ اسلام کی طرف دعوت دینا، دین کے واجبات میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں (علیہم السلام) کا وظیفہ اور مشن ہے۔ اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے بھی اپنی اُمت کے ہر فرد کو ہر جگہ پر اپنی شریعتِ طاہرہ کے احکامات و پیغامات پہنچانے کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «بَلِّغُوْا عَنِّي وَلَوْ آيَةً» (صحیح بخاری:۳۴۶۱)

''مجھ سے لی ہوئی خواہ ایک ہی آیت (اور حدیث) ہو تو اس کو آگے پہنچا دو۔''

▣ **دوسری صورت**: کوئی مسلمان 'بلادِ کفر و شرک' میں رہتے ہوئے کافروں اور دشمنانِ دین کے حالات کے بارے میں آگاہی رکھے، نیز ان کے عقائد کی خرابیوں، طریقۂ عبادت کی غلطیوں، اخلاقی انحطاط اور ان کے کردار و گفتار کے بگاڑ پر کڑی نگاہ رکھتا ہو، تاکہ عام لوگوں (خاص طور پر جاہل مسلمانوں) کو ان کے دامِ فریب میں آنے سے ڈرا اور بچا سکے، اور ان کفار کی طرف رشک آلود نگاہوں سے دیکھنے والوں پر ان کی حقیقت آشکارا کر سکے۔ بلادِ کفر میں ایسی سکونت بھی جہاد ہی کی ایک قسم ہے اور یہ اس لئے کہ یہ دعوت اپنے نتائج و ثمرات کے اعتبار سے اہل اسلام کو کفر اور اہل کفر سے بچانے اور عامۃ المسلمین کو اسلام کی طرف لانے پر مشتمل ہے، کیونکہ کفر کا بگاڑ و فساد اسلام کی اصلاح و فلاح کی دلیل ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الأَشْيَاءَ (البرہان:۶۰/۳)

www.KitaboSunnat.com

''اشیا کی حقیقت، اپنی مخالف اشیا سے نکھر کر سامنے آ جاتی ہے۔''

مگر یہاں یہ شرط ملحوظ رہے کہ داعی کی یہ دعوت جس مقصد کے لئے ہو، وہ مقصد اپنے سے بڑھ کر کسی فساد کے رونما ہوئے بغیر برگ و بار لائے۔ اور اگر اس داعی کو اس دعوت کا کوئی مثبت نتیجہ حاصل نہ ہوسکے اور وہ اس طرح کہ وہاں کے کفار ومشرکین اس کو اپنے باطل عقائد (اور کفر کی تردید) سے روک دیں تو تب اس شخص کے وہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

ایسے ہی اگر اس داعی کو اس دعوت کے مثبت نتائج تو مل رہے ہیں، مگر ساتھ ہی وہ دعوت اپنے فوائد اور مصالح سے بڑھ کر مفاسد ومضرات کے سر اُٹھانے کا سبب بن رہی ہو، مثلاً: اس کی دعوت کے ردِعمل میں مخالفینِ اسلام، اہل اسلام، رسول کریمؐ اور دیگر مسلمان ائمہ کو گالی گلوچ کا نشانہ بنانے لگ جائیں تو ایسے حالات میں داعی کو دعوت سے رُک جانا چاہئے کیونکہ اللہ جل شانہٗ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

''(اے مسلمانو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، اِنہیں گالی نہ دو۔ ورنہ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے چڑ کر اللہ کو گالی دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہرگروہ کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے، پھر اُنہیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے، تو جو کچھ یہ کرتے رہے، اس کی اُنہیں وہ خبر دے دے گا۔'' (الانعام:۱۰۸)

اس آیتِ کریمہ میں کفار کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے اس بنا پر روکا گیا ہے کہ اس کے نتیجے میں وہ اللہ کو برا بھلا کہیں گے۔ چنانچہ ایسی صورت حال میں جب دعوت کا نتیجہ اسلام اور پیغمبر اسلام پر اعتراضات وکردار کشی کی صورت میں سامنے آئے، تو ایسی دعوت کو روک کر اپنی حکمت عملی کو تبدیل کرنا چاہئے۔

دوسری صورت میں یہ نوعیت بھی شامل ہے کہ کوئی مسلمان شخص، غیر مسلم معاشروں میں محض اس غرض سے ٹھہرے کہ وہاں رہ کر وہ مسلمانوں کے حق میں کفار اور دشمنانِ اسلام کی جاسوسی کے فرائض انجام دے سکے اور ان کی تیار کردہ خفیہ سازشوں اور دسیسہ کاریوں سے

www.KitaboSunnat.com

اہل اسلام کو متنبہ کر سکے، جیسا کہ نبی ﷺ نے غزوۂ خندق میں، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو مشرکوں کی طرف بھیجا تھا تا کہ وہ ان کی (جنگی چالوں اور) سرگرمیوں کی خبریں معلوم کر سکیں۔ (صحیح مسلم:۱۷۸۸)

تیسری صورت: وہ شخص 'مسلمان ملک' یا اسلامی ریاست کی ضرورت اور غیر مسلم ممالک کے ساتھ انتظامی اُمور کو منظّم اور مربوط کرنے کی خاطر مقیم ہو، جیسے سفارتخانوں کے ملازمین یا عملہ ہے، تو ان کا حکم بھی مذکورہ شخص کے حکم جیسا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص 'اسلامی ثقافت' کا ترجمان اور ماہر ذمہ دار ہو اور وہ غیر مسلم ملک میں اس مقصد کے لئے رہتا ہے کہ وہاں مسلمان طلبا کے حالات اور ان کی دن رات کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے ہوئے، اُن کی اخلاقی اقدار و روایات کی نگرانی کر سکے اور ہمہ وقت ان کو دینِ اسلام کی پاسداری کرنے، انہیں دین کے آداب و اخلاقیات کو اپنائے رکھنے اور ہمہ وقت اور ہر جگہ اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھنے کی ترغیب دلا سکے ہے۔ تو ایسے شخص کے وہاں رہنے سے جہاں ایک بہت بڑی مصلحت اور منفعت حاصل ہوگی، وہاں ایک بڑے شر اور فساد کا خاتمہ بھی ممکن ہو سکے گا۔

چوتھی صورت: آدمی کسی خاص اور جائز ضرورت کی خاطر وہاں ٹھہرے، مثلاً تجارت (کاروبار) یا علاج وغیرہ کی غرض سے، تو ایسے حالات میں ضرورت پوری ہونے تک وہاں ٹھہرنا جائز ہے۔ اہل علم حضرات نے کاروباری مقاصد کی خاطر کافر ملک میں ٹھہرنے یا اس کی طرف سفر کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور اُنہوں نے اس کی دلیل بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و واقعات سے لی ہے۔ واضح رہے کہ سکونت کی یہ نوعیت عارضی ہے، ضرورت مکمل ہونے پر اس مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ 'دارالاسلام' میں واپس پلٹ آئے۔

پانچویں صورت: آدمی کسی کافر ملک میں تحصیل علم اور علم کے کسی شعبہ میں تحقیق و تدریس کے لئے ٹھہرے اور یہ صورت سابقہ ضرورت کی ہی ایک قسم ہے کہ جہاں انسان کسی ضرورت کے پیش نظر مقیم ہو، البتہ بعض پہلوؤں سے یہ سابقہ شکل کی نسبت زیادہ

www.KitaboSunnat.com

خطرناک، اور سکونت پذیر مسلمان شخص کے دینی اور اخلاقی اقدار کی پامالی کے اعتبار سے زیادہ سنگین بھی ہوسکتی ہے۔

کیونکہ ایک طالب علم اپنے اساتذہ کے علم سے متاثر ہوتا اور ان کی شخصیت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اور اساتذہ کی اپنے شاگرد کے ہاں قدر ومنزلت براہِ راست اس کے اخلاق وکردار پراثر انداز ہوتی اور شاگرد کو ان کے افکار و آرا اور طریقۂ زندگی کو اپنانے پر اُکساتی ہے۔ تجربے سے پتہ چلتا ہے کہ تعلیم وتعلّم کے میدان میں اکثر لوگ اپنے اساتذہ کی ہی سیرت وکردار کے اَسیر ہو جاتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ بچائے رکھتا ہے اور وہ بہت ہی کم تعداد میں ہیں۔

پھر طالبِ علم اپنے اُستاد کے سامنے ضرورت مند ہوتا ہے اور یہی ضرورت ہی اس کے دل کو استاد سے محبت کی طرف مائل کرتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جس دینی انحراف اور گمراہی پر وہ استاد گامزن ہوتا ہے، شاگرد بھی اسی کوتاہی کا شکار ہو جاتا ہے ۔ ایسے ہی وہ طالب علم جس تعلیمی ادارے میں مقیم ہوتا ہے، وہاں اس کے ساتھی اور دوست بھی ہوتے ہیں جن سے وہ محبت کرتا، میل جول رکھتا اور دیگر معاشرتی ضروریات پوری کرتا ہے۔ ان سب اُمور کے ہوتے ہوئے ایک نوخیز طالب علم کے اخلاق وکردار کے بگاڑ کا خطرہ بہت بڑھ جاتا ہے، لہٰذا اس قسم کے لوگوں کے بارے میں حفاظتی اقدامات دوسروں کی نسبت زیادہ ضروری ہیں۔ لہٰذا 'دیارِ کفر' میں ان کے دین وایمان اور اخلاق وکردار کے تحفظ کی خاطر ان دو بنیادی شرطوں (جن کا پہلے ذکر ہوچکا ہے) کے علاوہ درج ذیل اضافی شروط کو اپنانا لازم ہوگا:

① طالبِ علم عقل کی پختگی اور سوچ و بچار میں اتنی صلاحیت رکھتا ہو کہ وہ آسانی سے منفعت بخش اور نقصان دہ چیز میں فرق کر سکے اور کسی بھی چیز کے نفع ونقصان کے بارے میں وہ دوربین اور دور اندیش ہو۔ اور جہاں تک چھوٹی عقل کے ناسمجھ بچوں کو طلبِ علم کے لئے ایسی جگہوں میں بھیجنے کا تعلق ہے تو یہ ان کے دین اور ان کے اخلاق وکردار کی بربادی کے لئے سنگین خطرہ ہے۔ کل کلاں یہ نونہال اپنی قوم وملت کے لئے بھی بہت بڑے خطرے کا باعث ہوں گے، یہی لوگ واپس آکر اپنی قوم کے دل ودماغ میں وہ زہر اُتاریں گے، جو انہوں نے

www.KitaboSunnat.com

(دارِ کفر میں رہتے ہوئے) کفار سے نادانستگی میں سیکھا تھا۔ اور اس قسم کی متعدد مثالیں مسلم معاشروں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ایسے متعدد ناقابل تردید حقائق موجود ہیں کہ بہت سے لوگ تعلیم وتعلّم کے لئے 'دیارِکفر وشرک' میں گئے، جب واپس پلٹے تو ایمان کی پونجی سے محروم تھے، اور مزید ستم یہ کہ دینی تشخص اور اچھے اخلاق وکردار سے بیگانہ ہوکر اپنے ساتھ کفر والحاد کو بھی لے کر لوٹے، اور خود اپنے لئے اور اپنی قوم وملت کے لئے بھی فساد و بگاڑ کا سبب بنے۔ یہاں یہ بات ہم بیانگ دہل کہیں گے کہ ایسے حالات میں کم عمر اور مذکورہ شرائط سے تہی دامن لوگوں کو دیارِ کفر بھیجنا، خونخوار کتوں کے آگے پھینک دینے کے مترادف ہے۔

② 'دیارِ کفر' میں مقیم طالب علم کے پاس اس حد تک شرعی علم ہونا چاہئے جس کی وساطت سے وہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرسکتا ہو، اور حق کی ضرب سے باطل کا قلع قمع کرسکتا ہو، تاکہ باطل کی جس روش پر اہل کفر جمے ہوئے ہیں، کہیں وہ ان سے متاثر ہوکر دھوکہ نہ کھا جائے۔ ان کے جھوٹ کو، سچ نہ سمجھ بیٹھے، یا حق اور باطل اس پر خلط ملط نہ ہوجائیں۔ کہیں اس باطل سے اپنا بچاؤ کرنے میں وہ ناکام نہ ہوجائے اور پھر سرگرداں ہوکر باطل کی پیروی میں نہ لگ جائے...... جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی ایک دعا میں یہ الفاظ آئے ہیں:

«اللّٰهُمَّ أَرِنِي الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِي اِتِّبَاعَهُ وَأَرِنِي الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنِي اجْتِنَابَهُ وَلَا تَجْعَلْهُ مُلْتَبِسًا عَلَيَّ فَأَضِلَّ» (ابن کثیر: ۱/۱۷۵)

''الٰہی! مجھے راہِ حق دکھا دے اور (پھر) مجھے اس کی پیروی کی توفیق دے اور مجھے باطل رستے دکھا دے اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما دے، اور اس (حق و باطل کی) راہ کو مجھ پر خلط ملط نہ کر، کہ میں راہِ حق سے بھٹک کر گمراہ ہوجاؤں۔''

③ کفر وشرک والے ممالک میں سکونت پذیر طالب علم کے پاس اتنی دینی حمیت وجذبہ اور ایمانی غیرت ہو جو اسے بے راہ روی سے بچا سکے اور کفر وفسق کی لعنتوں سے اسے محفوظ رکھ سکے کیونکہ دینی اعتبار سے کمزور نوجوان، وہاں اقامت کے دوران کفر وفسق کے فتنہ وفساد سے محفوظ نہیں رہ سکتا، سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ بچالے۔ اور یہ اس معاشرے میں کفر وشرک کے طاقتور ہونے اور اس کے ردّعمل میں دینی قوتوں کے انتہائی کمزور ہونے کی وجہ سے ہے، اور جب یہ الحادی اور طاغوتی قوتیں کسی بھی جگہ اپنی مخالف قوتوں کو کمزور اور ناتواں

پاتی ہیں تو فوراً اپنی تخریبی کارروائی شروع کردیتی ہیں۔

④ ایک شرط یہ ہے کہ جس علم کو حاصل کرنے کے لئے وہ دیارِ غیر میں بیٹھا ہے، اُس کی اس اعتبار سے انتہائی زیادہ ضرورت ہو کہ اس میں عام مسلمانوں کی مصلحت ہے۔ اور پھر اس جیسی تعلیم، اس کے اپنے ملک کے کسی مدرسہ یا تعلیمی ادارے میں نہ پائی جاتی ہو، اور نہ اس قسم کا کوئی ادارہ ہی موجود ہو۔ لیکن اگر وہ کوئی ایسا علم ہے جس میں مسلمانوں کا کوئی فائدہ بھی نہ ہو، یا اس جیسا تعلیمی ادارہ اس کے اپنے ملک یا کسی دوسرے اسلامی ملک میں موجود ہو جہاں سے وہی تعلیم پانا اس کے لئے ممکن ہو تو اس صورت میں اس کے لئے کفار و مشرکین کے درمیان رہ کر اُن کے ملک میں تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ ایک تو اس کا ایسی جگہ پر ٹھہرنا اس کے دین اور اخلاقی اقدار کے لئے انتہائی خطرناک ہے اور دوسرا یہ کہ ایک نقصان دہ چیز کی طلب میں بہت زیادہ رقم خرچ ہوگی۔

▣ **چھٹی صورت:** کوئی شخص باقاعدہ کفار و مشرکین کے درمیان رہائش اختیار کرلے (یا کوئی طالب علم، کفار و مشرکین کے ساتھ تعلیمی ادارے میں سکونت اختیار کرے) تو ایسی اقامت، پہلی ذکر کردہ صورتوں سے اس لئے زیادہ خطرناک اور بڑی نقصان دہ ہے کہ اہل کفر کے ساتھ مکمل اختلاط سے بڑا فتنہ وفساد جنم لے گا، اور پھر اس شخص کا یہ تصور کہ یہ لوگ یہاں کے مقامی باشندے ہونے کے ساتھ ساتھ تعداد میں بھی زیادہ ہیں، اور ان کے ساتھ لین دین، مودّت ومحبت رکھنا اور ان کے رسم ورواج کو اپنانا، یہاں ان کے وطن میں رہنے کے لئے اُس کی ایک مجبوری ہے، اور ان کے درمیان سکونت کا تقاضا بھی۔ تو انجام کار یہ ہوگا کہ اس کے اِہل خانہ کفار کے درمیان پروان چڑھیں گے، جہاں (نہ چاہتے ہوئے بھی) وہ ان کے طرزِ حیات، اخلاق و عادات اور غیر اسلامی رسومات کو اپنالیں گے، اور بسا اوقات تو دینی معاملات اور خاص طور پر عقائد وعبادات میں بھی ان کی بدعات وخرافات میں آنکھیں بند کئے پیروی کریں گے۔ اس ضمن میں اللہ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان ہمیں یاد رکھنا چاہئے:

«مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ» (سنن ابوداود: ۲۷۸۷)

www.KitaboSunnat.com

''جو مشرک کے ساتھ بیٹھا اور اس کے ساتھ سکونت اختیار کی تو وہ اسی کی مانند ہے۔''

یہ حدیث اگرچہ اپنی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ کسی شخص کا کسی قوم کے ساتھ مل جل کر رہنا آخر کار ان کی مشابہت اور موافقت کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں، جس نے مشرکوں کے درمیان اقامت اختیار کی، صحابہ کرامؓ نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ، کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: «لا تراءی نارهما»

(سنن ابوداود: ۲۶۴۵، جامع ترمذی: ۱۶۰۴)

''ان (اہل ایمان اور مشرکین) کو تو ایک دوسرے کی جلائی ہوئی آگ بھی نہیں دکھائی دی جانی چاہئے۔'' (یعنی ان کی اقامت و رہائش کے درمیان کم از کم اتنا فاصلہ ضرور ہونا چاہئے)

اس حدیث کو امام ابوداودؒ اور امام ترمذیؒ نے اپنی اپنی 'سنن' میں روایت کیا ہے اور اکثر راویوں نے اسے قیس بن حازم تابعیؒ سے 'مرسل' بیان کیا ہے۔

امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے:

''صحیح یہ ہے کہ قیس بن حازمؒ کی یہ حدیث اللہ کے نبی ﷺ سے 'مرسل' ہے''

اگر معاملہ اس حد تک خطرناک ہو تو ایک مؤمن اس بات کو کیونکر گوارا کرسکتا ہے، کہ وہ 'بلادِ کفار' میں مستقل رہائش اختیار کرے جہاں کھلے عام کفریہ شعائر کا پرچار ہوتا ہو اور اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے علاوہ، طاغوت کے اَحکام وقوانین نافذ ہوں اور وہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا اور اپنے کانوں سے سنتا ہو اور اس پر مطمئن بھی رہتا ہو، بلکہ اس سے بڑھ کر وہ اپنے آپ کو انہی کافروں کے ممالک اور اقوام کی طرف منسوب کرتا ہو، اور وہ وہاں 'غیر مسلم معاشرے' میں اپنے اہل وعیال سمیت رہائش پذیر ہو، اور اس طرح مطمئن زندگی بسر کرتا ہو جیسے وہ کسی مسلم معاشرے اور مسلمان ملک میں رہائش اختیار کئے ہوئے ہے۔ اس کے باوجود کہ وہ اپنے اہل وعیال اور خاندان کے اخلاق وکردار اور دینی اقدار پر اس کافر معاشرے کے بڑے خطرات اور زہریلے اثرات کے ہولناک اور تباہ کن نتائج سے بخوبی آگاہ بھی ہو، ایک مسلمان اسے قطعاً گوارا نہیں کرسکتا۔

(ماخوذ از کتاب 'شرح اُصولِ ثلاثۃ' مترجم: زیر طبع)

www.KitaboSunnat.com